قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

ہفتہ 17 اکتوبر 2020ء | 29 صفر 1441ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:246

ارشادِ باری تعالیٰ

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّہَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الۡبَنِیۡنَ وَ الۡقَنَاطِیۡرِ الۡمُقَنۡطَرَۃِ مِنَ الذَّہَبِ وَ الۡفِضَّۃِ وَ الۡخَیۡلِ الۡمُسَوَّمَۃِ وَ الۡاَنۡعَامِ وَ الۡحَرۡثِ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ اللّٰہُ عِنۡدَہٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ

(سورۃ آل عمران آیت نمبر:15)

ترجمہ: لوگوں کے لئے طبعاً پسند کی جانے والی چیزوں کی یعنی عورتوں کی اور اولاد کی اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی کی اور امتیازی نشان کے ساتھ داغے ہوئے گھوڑوں کی اور مویشیوں اور کھیتیوں کی محبت خوبصورت کر کے دکھائی گئی ہے۔ یہ دنیوی زندگی کا عارضی سامان ہے اور اللہ وہ ہے جس کے پاس بہت بہتر لوٹنے کی جگہ ہے

فرمانِ خلیفہ وقت

’’آجکل کے پڑھے لکھے لوگوں میں بھی، ترقی یافتہ زمانے میں بھی یہ سوچ ہے اور یہ سوچ بڑی کثرت سے پائی جاتی ہے کہ لڑکے پیدا ہوں اور باپ کی طرح دنیاداری کے کاموں میں باپ کے ساتھ کام کریں۔ پھر جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ مال ہو، ڈھیروں ڈھیر مال کی خواہش ہو اور جتنا مال آتا ہے اتنی زیادہ حرص بڑھتی چلی جاتی ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ جس ذریعے سے بھی مال حاصل ہو سکتا ہے کیا جائے۔ دوسروں کی زمینوں پر قبضہ کر کے بھی زمینیں بنائی جا سکیں تو بنائی جائیں، دوسروں کے پلاٹوں پر بھی قبضہ کیا جائے، کاروبار پھیلایا جائے، کارخانے لگائے جائیں، سواریوں کے لئے کاریں خریدی جائیں، ایک گاڑی کی ضرورت ہے تو تین تین چار چار گاڑیاں رکھی جائیں اور پھر ہر نئے ماڈل کی کار خریدنا فرض سمجھا جاتا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ سب دنیوی زندگی کے عارضی سامان ہیں ایک مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ ان عارضی سامانوں کے پیچھے پھرتا رہے۔ دنیا کے پیچھے پھرنا تو کافروں کا کام ہے، غیر مومنوں کا کام ہے، تمہارا مطمح نظر تو اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت ہونا چاہئے۔ لیکن بدقسمتی سے اس خوبصورت اور پاکیزہ تعلیم کے باوجود مسلمانوں نے دنیا کو ہی مطمح نظر بنا لیا ہے اور حرص اور ہوس انتہا تک پہنچ چکی ہے۔ دجال کے دجل کی ایک یہ بھی تدبیر تھی جس سے مقصد مسلمانوں کو دین سے پیچھے ہٹانا تھا اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے ہیں۔ اور قناعت اور سادگی کو بھلا دیا گیا ہے اور ہوا و ہوس کی طرف زیادہ رغبت ہے اور امیر سے امیر تر بننے کی دوڑ لگی ہے۔ پس ان حالات میں خاص طور پر احمدیوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ہر طبقے کے احمدی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قناعت اور سادگی کو اپنائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ 30 اپریل 2004ء)

اس شمارہ میں

- دل دعا اور دکھ دیا نہ ہوا (منظوم)
- صحبتِ صالح ترا صالح کند
- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
- سری لنکا میں احمدیت کی ابتداء

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ابن آدم کے پاس سونے کی ایک وادی بھی ہو تب بھی وہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس دوسری وادی بھی آجائے۔ اس کے منہ کو سوائے مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب الزھد باب ماجاء لوکان لابن آدم وادیان…)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

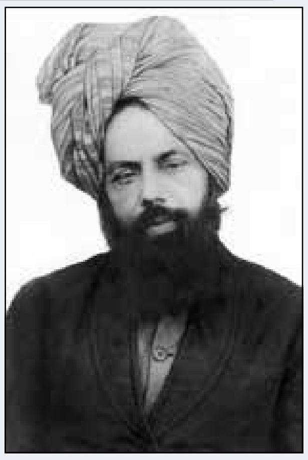

قناعت پسندی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

’’جس قدر انسان کشمکش سے بچا ہوا ہو اسی قدر اس کی مرادیں پوری ہوتی ہیں، کشمکش والے کے سینہ میں آگ ہوتی ہے اور وہ مصیبت میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں بھی یہی آرام ہے کہ کشمکش سے نجات ہو۔ کہتے ہیں ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا راستے میں ایک فقیر بیٹھا تھا جس نے بمشکل اپنا ستر ہی ڈھانکا ہوا تھا۔ اس نے لنگوٹ یا جانگیہ پہنا ہوگا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ سائیں جی! کیا حال ہے؟ فقیر نے اسے جواب دیا کہ جس کی ساری مرادیں پوری ہوگئی ہوں اس کا حال کیا ہوتا ہے۔ اس گھوڑ سوار کو تعجب ہوا کہ تمہاری ساری مرادیں کس طرح پوری ہوگئی ہیں۔ فقیر نے کہا جب ساری مرادیں ترک کر دیں تو گویا سب حاصل ہوگیا۔‘‘ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حاصل کلام یہ ہے کہ جب یہ سب حاصل کرنا چاہتا ہے تو تکلیف ہی ہوتی ہے لیکن جب قناعت کر کے سب کچھ چھوڑ دے تو گویا سب کچھ ملنا ہوتا ہے۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۲۶)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’ہمارے اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم ایک سادہ زندگی بسر کرتے ہیں وہ تمام تکلفات جو آجکل یورپ میں لوازم زندگی بنا رکھے ہیں یعنی زندگی کے لیے لازمی ضروری سمجھے ہوئے ہیں۔ ان سے ہماری مجلس پاک ہے۔ رسم و عادت کے ہم پابند نہیں ہیں۔ اس حد تک کہ ہر ایک عادت کی رعایت رکھتے ہیں کہ جس کے ترک سے کسی تکلیف یا معصیت کا اندیشہ نہ ہو، باقی کھانے پینے اور نشست و برخاست میں ہم سادہ زندگی کو پسند کرتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۴۸ البدر ۲۹ اکتوبر و ۸ نومبر ۱۹۰۳)

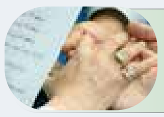

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس یہ وہ جامع کتاب ہے اور ہدایت کا ذخیرہ ہے جس کو پڑھنے والا اور عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ہدایت کے راستوں پر گامزن رہتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ چیلنج دیا تھا یہ آج تک قائم ہے۔ بلکہ آپ کے مریدوں نے بھی اس پر عمل کرکے دنیا کو ثابت کیا کہ قرآن کریم کی صداقت ہر زمانے کے لئے ہے۔

ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے جو نظریہ پیش کیا تھا وہ بھی خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور قرآن کریم کی صداقت کو ہی ثابت کرتا ہے۔ پس آج بھی جو احمدی سائنٹسٹ، ریسرچ کرنے والے ہیں اس صداقت کو سامنے رکھتے ہوئے غور کریں تو خدا تعالیٰ انشاء اللہ خود ان کی راہنمائی فرمائے گا۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ ہدایت پانے کے بارے میں فرماتا ہے۔ اس میں قرآنی تعلیم کے مطابق روحانی ہدایت بھی ہے اور آئندہ آنے والے علوم کی طرف راہنمائی کی ہدایت بھی ہے۔فرمایا وَاَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ فَمَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ (النمل: 93) اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کرو۔ پس جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی خاطر ہدایت پاتا ہے۔ پھر تلاوت کرنے سے قرآن کریم میں ہدایات نظر آئیں گی۔لیکن ہر قسم کی ہدایت وہی پا سکتے ہیں جن کے متعلق یہ فیصلہ آچکا ہے کہ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ کہ جب تک پاک صاف نہیں ہوں گے۔ اس کے بغیر سمجھ نہیں آئے گی۔قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے بھی پاک ہونا شرط ہے۔

پھر قرآن کریم کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ اس میں سب کچھ موجود ہے۔ بنیادی اخلاق ہیں اور اس اخلاقی تعلیم سے لے کر اعلیٰ ترین علوم تک اس کتاب مکنون میں ہر بات چھپی ہوئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ یونس میں فرماتا ہے کہ وَمَا تَکُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیۡکُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡهِ ؕ وَمَا یَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّکَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡبَرَ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ (یونس: 62) اور تو کبھی کسی خاص کیفیت میں نہیں ہوتا اور اس کیفیت میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتا۔ اسی طرح تم اے مومنو! کوئی اچھا عمل نہیں کرتے مگر ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مستغرق ہوتے ہو اور تیرے ربّ سے ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز چھپی نہیں رہتی۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ ہی اس سے چھوٹی اور نہ کوئی بڑی چیز ہے مگر کھلی کھلی کتاب میں تحریر ہے۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی شان کا اظہار ہے۔ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی نظر کا اظہار ہے۔ غائب اور حاضر اور دور اور نزدیک اور چھوٹی اور بڑی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ پس یہ اعلان ہے مومن کے لئے اور غیر مومن کے لئے بھی، مسلمان کے لئے بھی اور کافر کے لئے بھی کہ یہ عظیم کتاب کامل علم رکھنے والے خدا کی طرف سے اتاری گئی ہے اور اس میں تمام قسم کے علوم، واقعات، انذاری خبریں اور اس کے ماننے والوں کی ذمہ داریوں کے بارہ میں بھی بتا دیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص کتاب ہے اسی لئے اس کتاب کے نازل ہونے کے بعد اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ بھی رکھا ہوا ہے اور اس کے نازل ہونے کے بعد نہ اس کا انکار کرنے والے کے لئے راہ فرار ہے اور نہ ہی اس کو ماننے کا دعویٰ کرکے عمل نہ کرنے والوں کے لئے کوئی عذر رہ جاتا ہے۔ پس ماننے والوں کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب صداقت کا اقرار کیا ہے تو اپنے قبلے بھی درست رکھنے ہوں گے۔ اپنی نیتوں کو بھی صحیح نہج پر رکھنا ہو گا۔ اپنے نفس کا جائزہ بھی لیتے رہنا ہو گا۔صرف یہ کہنا کہ ہم قرآن کریم کو پڑھتے ہیں اور یہ کافی ہے۔ یہ کافی نہیں ہے۔صرف یہ کہنا کہ ہم اس کے ذریعہ سے دنیا کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو یہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس کے پڑھنے سے ہمارے اندر کیا تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ان تبدیلیوں کی وجہ سے دوسرے ہم سے کیا اثر لے رہے ہیں۔ اُن میں کیا تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اُن کا اسلام کی طرف کیسا رجحان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا رشتہ دار نہیں ہے۔ جب اس نے ہر بات کھول کر قرآن کریم میں بیان کر دی۔ جب اس نے اپنے وعدے کے مطابق زمانے کا معلم بھیج دیا تو پھر اس بات پر ماننے والوں کو جوابدہ ہونا ہو گا کہ اگر تم نے اپنے اوپر اس تعلیم کو لاگو کرنے کی کوشش نہیں کی تو کیوں نہیں کی؟ اور منکرین کو بھی جواب دینا ہو گا۔ ان کی بھی جواب طلبی ہو گی کہ جب اتنی واضح تعلیم اور نشانات آ گئے تو تم نے امام کو کیوں قبول نہیں کیا۔ اور جہاں تک منکرین کا تعلق ہے ان کا معاملہ تو خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ (وہی جانتا ہے کہ ان سے) وہ کیا سلوک کرتا ہے۔لیکن ہمیں اپنا معاملہ صاف رکھتے ہوئے اس کتاب کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

(خطبہ جمعہ 11/ ستمبر 2009ء) (الفضل انٹرنیشنل جلد 16 شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

دل دعا اور دکھ دیا نہ ہوٴا

دل دعا اور دکھ دیا نہ ہوٴا
آدمی کیا ہے پھر ہوا نہ ہوٴا
دیکھتے رہیئے ٹوٹتے رہیئے
کیا یہاں ہو رہا ہے کیا نہ ہوٴا
لوگ ایسے کبھی دُکھے نہ ہوئے
شہر ایسا کبھی بجھا نہ ہوٴا
ہائے اس آدمی کی تنہائی
جس کا اس دنیا میں اک خدا نہ ہوٴا
ہائے وہ دل شکستہ تر وہ دل
ٹوٹ کر بھی جو آئینہ نہ ہوٴا
جو بھی تھا عشق اپنے حال سے تھا
ایک کا اجر دوسرا نہ ہوٴا
اس کو بھی خواب کی طرح دیکھا
جو ہمارے خیال کا نہ ہوٴا
جب سمجھنے لگے محبت کو
پھر کسی سے کوئی گلہ نہ ہوٴا
دل یہ دل گفتگو ہوئی پھر بھی
کوئی مفہوم تھا ادا نہ ہوٴا
کربلا کیا ہے کیا خبر اس کو
جس کے گھر میں یہ واقعہ نہ ہوٴا
اور کیا رشتہ وفا ہو گا
یہ اگر رشتہ وفا نہ ہوٴا
دیکھ کر حسن اس قیامت کا
جو فنا ہو گیا فنا نہ ہوٴا
کوئی تو ایسی بات تھی ہم میں
یونہی یہ عہد مبتلا نہ ہوٴا
ایسے لوگوں سے کیا سخن کی داد
حرف ہی جن کا مسئلہ نہ ہوٴا
اب غزل ہم کسے سنانے جائیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوٴا

(عبید اللہ علیم 1988ء)

اداریہ

صحبت صالح ترا صالح کند

(قسط دوم۔ آخری)

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ماحول میں دیگر اُٹھنے بیٹھنے والے لوگوں سے ضرور اثر پکڑتا ہے اور باوجود نہ چاہنے کے بھی، اس میں ان لوگوں جیسی حرکات وسکنات پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستیاں بڑھائیں اور بدزبان اور بدکردار کے حامل انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے پہلے بالکل جاہل اور اخلاق سے عاری تھے مگر آہستہ آہستہ حضورؐ کی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ الٰہی رنگ پکڑ گئے اور ساری دنیا پر اخلاق حسنہ کی تلوار سے حکومت کی۔

حضرت مسیح موعودؑ، صحبتِ صالحین کی افادیت سے متعلق فرماتے ہیں:

’’جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا وہ ضرور پیئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئیے۔ کہ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت کے ہی رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائیگا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 505-506)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ 11 ستمبر 2020ء میں عزیزم رؤوف بن مقصود مرحوم متعلم جامعہ احمدیہ کی سیرت بیان کرتے ہوئے مرحوم کا یہ نصیحت اموز فقرہ بھی quote فرمایا کہ

’’اپنے جو قریبی تھے ان کو کہا کرتے تھے کہ اچھے اخلاق والے دوست چنو‘‘۔

اصل انسان کی کامیابی اسی میں ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ کو دور رسولؐ میں آنحضور ﷺ اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کو اس اخروی دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر صحبت نے ان کو سونے کی ڈلی بنا دیا اور وہ ایک ایسا مقام بنا گئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

صحبت صالحین کے ذرائع

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج صادقین کی صحبت ہم کیسے حاصل کریں۔ اس میں سب سے اول مساجد میں باجماعت نمازوں میں شمولیت جہاں مومن محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ مساجد کے تسلسل میں درس القرآن، درس الحدیث اور درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ جب یہ درس ہو رہا ہو تو وہ محفل صحبت صالحین کی ہے۔

ہفتہ میں جمعہ کے روز نہا دھو کر حسب توفیق خوشبو لگا کر مساجد میں جا کر خطبہ جمعہ سننا بھی ایک اعلیٰ درجہ کی صادقین کی مجلس ہے۔ اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر یہ احسان عظیم کر رکھا ہے کہ ہم MTA کے توسط سے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ خطبات جمعہ سے براہ راست مستفیض ہوتے ہیں۔صحبت صالحین کی یہ محافل 200 سے زائد ممالک میں بیک وقت جاری ہوتی ہیں۔ فرشتوں کا نزول ہو رہا ہوتا ہے اذان بیک وقت نشر ہو رہی ہوتی ہے۔ صادقین کی اس محفل سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

ایم ٹی اے کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے جہاں سے 24 گھنٹے روحانیت کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ نیکی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر صحبت صالحین کی محافل نہیں ہوسکتیں۔

جماعتوں اور ذیلی تنظیموں کے ماہانہ اجلاسات ہیں۔ جو صادقین کی صحبت کا ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جلسے ہیں جن کی ابتداء یا بنیادی اینٹ آج سے 119 سال قبل الٰہی اذن سے قادیان میں رکھی گئی اور آج 75 سے زائد ممالک میں یہ جلسے بڑی شان کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ یہ صادقین کی محافل ہیں۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2 دسمبر 2005ء کو ماریشس کے جلسہ سالانہ پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے سے قبل سورۃ التوبہ کی آیت 119 كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تلاوت فرمائی اور ان جلسوں کو صحبت صالحین کا ذریعہ قرار دیا۔ آپ نے اس خطبہ جمعہ میں فرمایا:

’’یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ ہمیں نصیحت فرما رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کا غلامِ صادق ہی سب سے بڑا صادق ہے۔ پس اب جب آپ نے اس صادق کے ساتھ تعلق جوڑا ہے تو اس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں۔ اور آپؑ اپنی جماعت جیسی بنانا چاہتے تھے ویسی جماعت بننے کی کوشش کریں۔ دنیا کو بتادیں کہ تم ہمیں مسلمان سمجھو یا غیر مسلم اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے تو آنحضرت ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس صادق کو پالیا ہے اور اب اس کی جماعت میں شامل ہوگئے ہیں۔ اور اب ہم ہی ہیں جن سے اسلام کی آئندہ تاریخ بنی ہے (ان شاء اللہ) اس لئے ہم اب تمہیں بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے عاشق صادق کی جماعت میں داخل ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لو۔ لیکن جب یہ دعویٰ کر کے آپ دنیا کو اپنی طرف بلائیں گے تو اپنے آپ پر بھی نظر ڈالنی ہوگی کہ ہم نے اپنے اندر کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ اس زمانے کے مسیح و مہدی اور سب سے بڑے صادق کو مان کر ہمارے اپنے نمونے کیا ہیں۔ ہمارے اپنے تقویٰ کے معیار کیا ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 704)

گھروں میں نوافل ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات پڑھنا اور دوسروں کو سنانا بھی صحبت صالحین کی محافل ہیں۔

ان تمام محافل صحبت صالحین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اس زمانے میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کیلئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔ اکثریت اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔ پھر جو پڑھے لکھے نہیں ان کیلئے مسجدوں میں درسوں کا انتظام موجود ہے ان میں بیٹھنا چاہئے اور درس سننا چاہئے۔ پھر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور ایم ٹی اے والوں کو بھی مختلف ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنے پروگراموں میں یہ پروگرام بھی شامل کرنے چاہئیں جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے تراجم بھی ان کی زبانوں میں پیش ہوں۔ جہاں جہاں تو ہو چکے ہیں اور تسلی بخش تراجم ہیں وہ تو بہرحال پیش ہوسکتے ہیں۔ اور اسی طرح اردو دان طبقہ جو ہے، ملک جو ہیں، وہاں سے اردو کے پروگرام بن کے آنے چاہئیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کے معرفت کے نکات دنیا کو نظر آئیں اور ہماری بھی اور دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب بنیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401-402)

پھر فرمایا:

’’تو ایسی نیک مجالس ہیں جو سلامتی کی مجلسیں ہیں۔ ان میں عام گھریلو مجالس، اجتماعات، اور جلسے بھی ہوسکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ خوش قسمت ہے کہ اس میں ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ یہاں کا جلسہ بھی آنے والا ہے اس سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے تا کہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی بارش ہم پر پڑتی رہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 490)

پھر فرمایا:

’’یہ بھی ان مجالس کے ضمن میں ہے کہ ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔

اس بات کو ایک حدیث میں یوں بھی بیان فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور متقی آدمی کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔‘‘

(ترغیب و الترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان)

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

پھر فرمایا:

’’آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دینی چاہئے یہ بات بھی صحبت صادقین کے زمرے میں آتی ہے کہ آپؑ کے علم کلام سے فائدہ اٹھایا جائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 394)

پھر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صحبت صالحین کی تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ یہ مثال تو ابھی آپ نے سن ہی لی۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے ہی صرف اس طالبعلم پر دہریت کا اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ مثالیں کئی دفعہ پیش کرنے کے باوجود، کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود، ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کر کے یا پھر بالکل دوسری طرف جا کر غلط حمایت کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے جماعت سے بھی تعلق ہوتا ہے، نظام

سے بھی تعلق ہوتا ہے، اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنا شروع ہوجاتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسی بھی شکایات آئیں کہ ایسے بچے ماں باپ سے بھی علیحدہ ہوگئے۔ اور پھر بعض بچیاں بھی اس طرح ضائع ہوجاتی ہیں۔جن کا بہر حال افسوس ہوتا ہے۔ تو اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

پھر بچوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہیئے، دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔تمہارے ہمدرد نہیں ہوسکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہوسکتے۔ اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کیلئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 396-397)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مومن کی ہر ایک چیز بابرکت ہو جاتی ہے جہاں وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسروں کیلئے موجب برکت ہوتی ہے۔ اس کا پس خوردہ اوروں کیلئے شفا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہگار خدا تعالیٰ کے سامنے لایا جاوے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے کوئی نیک کام کیا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو کہے گا کہ فلاں مومن تو ملا تھا وہ کہے گا خداوند میں ارادتاً تو کبھی نہیں ملا وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ میں مل گیا۔ خدا تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ پھر ایک اور موقعہ پر حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرے گا کہ میرا ذکر کہاں پر ہو رہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہاں دنیا کے ذکر کا نام ونشان بھی نہ تھا؛ البتہ ذکر الٰہی آٹھوں پہر ہو رہا ہے۔ اُن میں ایک دنیا پرست شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخش دیا۔ انھم قوم لا یشقی جلیسھم۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جہاں ایک مومن امام ہو اس کے مقتدی پیش ازیں کہ وہ سجدہ سے سر اُٹھاوے بخش دیئے جاتے ہیں۔

مومن وہ ہے کہ جس کے دل میں محبتِ الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑ لی ہو۔ اس نے فیصلہ کرلیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت میں بھی خدا تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اب جس نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کب کسی کا کانشنس کہتا ہے کہ وہ ضائع ہو گا کیا کوئی رسول ضائع ہوا؟ دنیا ناخنوں تک اُن کو ضائع کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ ضائع نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ کے لیے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشیں ہو گا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے کچھ نہ کچھ دکھ اٹھانا پڑتا ہے کسی نے سچ کہا ہے:

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

عشق الٰہی بے شک اول سرکش و خونی ہوتا ہے تا کہ نااہل دور ہو جاوے۔ عاشقانِ خدا تکالیف میں ڈالے جاتے ہیں۔قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اُٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل پہچانے جاویں۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 31)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں صالح لوگوں اور پاکیزگی مہیا کرنے والے ذرائع کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

بقیہ: سری لنکا میں احمدیت کی ابتداء...... از صفحہ 8

Colombo, 29th February 1908 (Friday)

My Blessed Master,

For the last two years I have been reading the articles which appeared in the "REVIEW OF RELIGIONS" from and about you, and your mission, and the last of them is the paper written by you and read before the Religious Conference held recently at Lahore under the auspices of the Arya Samaj. The more I know of you and your words the more I am convinced of your sincerity and of the truth of your mission. Therefore I think I should, for my own spiritual benefit, enter your fold, and become a disciple of yours. I pray that I may be permitted to enter into your discipleship, and I further pray that I may be informed of the rules that I have to observe. As a special favour, I beg that your Holiness will condescend to pray for my long and happy life and to have my knowledge, happiness and means increased manifold. I have a wife and six children on whom please confer your blessings.

I am conducting a magazine called the "MUSLIM GUARDIAN" in English and Tamil.

Hoping to hear soon of your acceptance of me as a disciple, and to receive the benefit of your prayer and blessings.

I remain,

Dear Master

Your humble disciple

L. L. M. Abdul Azeez

(Review of Religions, December 1916 page 467,468)

آج کی دعا

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ

(سورۃ النمل آیت نمبر 63)

ترجمہ۔ یا (پھر) وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

مندرجہ بالا آیت میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پریشانی اور بے قراری کے وقت مضطر کی دعا قبول کرتا ہے۔

حضرت مسیحِ موعودؑ دعا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اصل بات یہ ہے کہ دعا کے اندر قبولیت کا اثر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ انتہائی درجہ کے اضطرار تک پہنچ جاتی ہے۔۔ پہلے سامان آسمان پر کئے جاتے ہیں اس کے بعد وہ زمین پر اثر دکھاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں بلکہ ایک عظیم الشان حقیقت ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس کو خدائی جلوہ دیکھنا ہو اسے چاہئے کہ دعا کرے‘‘۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 618)

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

مرسلہ: (باسل احمد بشارت)

بارھویں صدی کے مجدد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

نام و نسب

آپ کا نام احمد، کنیت ابوالفیاض، لقب قطب الدین، عرف ولی اللہ اور تاریخی نام عظیم الدین ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا نسب نامہ والد ماجد کی طرف سے خلیفہ ٔ راشد حضرت عمر بن خطابؓ تک پہنچتا ہے اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے جا ملتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپؒ نے اپنا نسب نامہ اپنی تصنیف ’’امداد فی مآثر الاجداد‘‘میں یوں بیان کیا ہے:

’’فقیر ولی اللہ ابن الشیخ عبد الرحیم ابن الشہید وجیہ الدین بن معظم بن منصور بن محمد بن قوام الدین عرف قاضی قازن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیرالدین عرف قاضی بدہ بن عبد الملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن محمد عطاء ملک بن ابو الفتح ملک بن محمد عمر حاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہر یار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و عنھم اجمعین۔‘‘

(انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ ،اردو ترجمہ ازسید فاروق قادری صفحہ 325)

قبل از ولادت بشارات

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد محترم شیخ عبد الرحیمؒ بیان کرتے ہیں کہ ’’مجھے ایک دفعہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا۔ دفعتہً ان کی روح مبارک نے مجھ پر ظاہر ہوکر فرمایا کہ شیخ عبد الرحیم! عنقریب تمھارے ہاں ایک فرزند رشید پیدا ہوگا۔تم اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔لیکن چونکہ میری بی بی سن شباب کے تمام مرحلے طے کر کے زمانہ ایاس تک پہنچ گئی تھی اور اس عمر میں عادتاً ولادت کا تحقق نہیں ہوتا اس لیے مجھے گمان ہوا کہ شاید خواجہ کی مراد یہ ہے کہ جب تمھارے ہاں پوتا پیدا ہوگا تو اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا لیکن خواجہ نے میرے اس اندرونی خطرہ پر فوراً مشرف ہوکر فرمایا کہ نہیں میری یہ مراد نہیں ہے بلکہ جس لڑکے کی نسبت میں نے تمھیں بشارت دی ہے وہ تمھارے ہی صلب سے پیدا ہوگا۔‘‘(بوارق الولایت صفحہ 44-45)

اسی طرح شیخ عبد الرحیم صاحب کو ایک روز الہام ہوا کہ ’’تقدیر الٰہی اس پر جاری ہوئی ہے کہ ایک بلند اقبال اور ہونہار لڑکا اور پیدا ہوگا جس کی شہرت کا ستارہ اوج عروج پر پہنچ کر شہاب ثاقب کی طرح چمکے گا اور جس کے اقبال اور کمال کا آفتاب پوری ترقی کے نصف النہار کے مرکز پر پہنچ جائے گا۔‘‘(بوارق الولایت صفحہ 44-45)

آپ کی والدہ محترمہ نے بھی نماز تہجد میں آپ کی ولادت کی خوشخبری پائی۔ علاوہ ازیں دیگر کئی بزرگان نے آپ کی ولادت کے متعلق خوابیں دیکھیں اور بشارات دیں۔

ولادت باسعادت

ان بشارات کی بناء پر کچھ عرصہ بعد شیخ عبد الرحیم صاحب نے دوسری شادی کی اور اس زوجہ سے شاہ ولی اللہؒ 4 شوال 1114ھ مطابق 10فروری 1703ء بروز چہارشنبہ بوقت طلوع آفتاب قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر یوپی (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد محترم شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ ’’اگرچہ اول اول مجھے یہ واقعہ (بابت خواجہ قطب الدینؒ: ناقل) بالکل نسیاً منسیاً ہوگیا اور اسی وجہ سے میں نے انہیں ولی اللہ کے نام سے شہرت دی لیکن جب وہ واقعہ یاد آیا تو میں نے ان کا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔‘‘

(حیات ولی از مولوی محمد رحیم بخش صفحہ 218)

والد محترم کی بے پایاں شفقت

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا بچپن نہایت پاکیزہ تھا آپ دیگر بچوں کی نسبت زیادہ وضعدار، کم گو اور نرم گفتار تھے۔آپ کی معصومانہ حرکات ہر فرد خانہ کے دل کو آپ کی طرف مائل کر دیتی تھیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے شیخ عبد الرحیم صاحب کو اپنے اس فرزند سے بے حد محبت ہوگئی اور وہ آپ کا ہر طرح کا خیال رکھتے اور تربیت پر خاص توجہ دیتے۔

چنانچہ شاہ صاحب موصوف خود بیان کرتے ہیں کہ ’’میں نے اپنی عمر میں کوئی ایسا باپ یا کوئی استاد کوئی مرشد نہیں پایا جس نے اپنے فرزند و تلمیذ کی نسبت شفقت و مہربانی کے وہ دقائق مرعی رکھے ہوں جو حضرت والدصاحب نے اس فقیر کی نسبت رکھے۔ اللھم اغفر لی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا و جازھما بکل شفقة و رحمة و نعمة بھما علی مائة الف اضعافھا انك قریب مجیب‘‘(رسالہ الجزء اللطیف فی ترجمة العبد الضعیف از شاہ ولی اللہؒ، مترجم ڈاکٹر محمد ایوب قادری)

ابتدائی تعلیم

پانچ سال کی عمر میں حضرت شاہ صاحب کی ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے ہوا جو آپ نے سات سال کی عمر میں ختم کرلیا۔اسی سال آپ کے والد محترم نے آپ کی نماز باجماعت شروع کروادی۔ اس کے ساتھ آپ نے فارسی کی درسی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا اور چند روز میں انہیں مکمل کرلیا۔ پھر صرف ونحو کے مختصر رسالے پڑھ کر ان علوم پر عبور حاصل کیا۔

دس سال کی عمر میں آپ نے شرح ملا پڑھی۔ پھر علم منطق کے متعلق مطالعہ شروع کیا اور اس میں ایسا کمال حاصل کیا کہ کوئی منطقی آپ کے مقابل پر نہ آپاتا۔

حضرت شاہ صاحب موصوف میں تحصیل علم کا شوق، سیکھنے کا ملکہ اور غیر معمولی حفظ کی قوت خداداد تھی کہ آپ ایک ہی وقت میں متعدد علوم سیکھا کرتے تھے اور ایک علم کا کمال دوسرے علم کے کمال میں مانع نہ ہوتا تھا اور چھوٹی عمر میں ہی آپ کا شمار علوم مروجہ کے ماہرین میں ہونے لگا۔

شادی خانہ آبادی

چودہ سال کی عمر میں والد محترم کی خواہش پر آپ کی جلد شادی ہوگئی۔

(انفاس العارفین از شاہ ولی اللہؒ، اردو ترجمہ صفحہ 394)

صبر علی المصائب

آپ کے والد محترم کی طرف سے آپ کی شادی میں عجلت کی حکمت جلد ہی ظاہر ہوگئی کہ نکاح ہوتے ہی آپ کی خوشدامن صاحبہ وفات پاگئیں۔ چند روز بعد ہی خوشدامن کی والدہ کی وفات ہوگئی۔ ابھی یہ غم فرو نہ ہوا تھا کہ آپؒ کے تایا شیخ ابو الرضا محمد کے فرزند کی وفات ہوگئی۔ پھر ان صدموں کے بعد سب سے بڑا صدمہ آپ کو اپنی والدہ محترمہ کی وفات کا برداشت کرنا پڑا۔ ان صدمات کی تاب نہ لاتے ہوئے آپ کے والد محترم شیخ عبد الرحیم صاحب مختلف عوارض میں مبتلا ہوگئے۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: ’’غرضیکہ بزرگوں کی یہ جماعت منتشر ہوگئی اور خاص و عام کو معلوم ہوگیا کہ اگر اس زمانہ میں شادی نہ ہوتی تو اس کے بعد کئی سال تک امکان نہ ہوتا کہ یہ بات (شادی) ہوتی۔‘‘

(رسالہ الجزء اللطیف فی ترجمة العبد الضعیف از شاہ ولی اللہؒ، مترجم ڈاکٹر محمد ایوب قادری)

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان تمام صدمات پر کمال صبر کا مظاہرہ کیا لیکن ایسے جانکاہ حادثات کی وجہ سے آپ کی زندگی میں ایک بے اطمینانی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی لیکن آپ نے استقامت و استقلال اور صبر سے ان تمام مصائب کا مقابلہ کیا۔

والد محترم کی بیعت اور درس کی اجازت

پندرہ سال کی عمر تک حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تمام مروجہ علوم حاصل کر لیے اور علم تصوف سے بھی مسّ ہوگیا۔ پھر آپ نے اپنے والد محترم کی بیعت کی اور مشائخ صوفیاء نقشبندیہ کے اشغال میں مشغول ہوگئے۔ اسی سال آپ کے والد محترم نے ایک دعوت کا اہتمام کیا اور شہر کے تمام علماء و فقہاء اور مشائخ کو اس میں دعوت دی اور اس تقریب میں آپ کو آپ کے والد محترم نے دستار فضیلت باندھی اور درس کی اجازت عطا فرما کر علم و عمر میں برکت کی دعا کی۔ تمام شاملین نے حضرت شاہ صاحب کو مبارکباد دی۔

(انفاس العارفین از شاہ ولی اللہؒ، اردو ترجمہ صفحہ 394)

مزید علم کا حصول

اجازت درس کے بعد بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے کتب کا مطالعہ جاری رکھا اور اس قدر اس میں مستغرق رہتے کہ آپ کو کسی چیز کا خیال نہ رہتا۔ اپنے تمام حاصل کردہ علوم کی دہرائی ایک سال میں نہایت محنت سے کی۔ کم کھاتے اور کم سوتے، زیادہ وقت مطالعہ کتب میں گزرتا۔ یوں عمر کے سترہ سال گزر گئے۔

والد محترم کی وفات اور درس و تدریس کا باقاعدہ آغاز

سترہ سال کی عمر میں جب آپ کے والد محترم کی وفات ہوگئی تو آپ نے درس و تدریس کا باقاعدہ آغاز کر دیا اور آپ کے علم کی شہرت چہار سو پھیل گئی۔ علماء آپ کی شاگردی کو باعث فخر سمجھتے اور دور دراز سے طلباء آپ کے علم سے فیضیاب ہوتے۔ بارہ سال تک آپ اپنے دروس سے تشنگان علم کو سیراب کرتے رہے۔

علوم حدیث و سنت کی ترویج

ہندوستان میں اس زمانہ میں مسلمان مذہبی لحاظ سے پسماندگی کا شکار تھے۔ ہر طرف جہالت کا دور دورہ تھا۔ اسلام محض نام کا رہ گیا اور سنت و

حدیث کو بھلا دیا گیا تھا۔اس دور میں سب سے پہلے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے سنت نبویؐ اور حدیث کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد شاہ صاحب موصوف کے والد بزرگوار شیخ عبد الرحیم نے یہ بیڑا اٹھایا اور دہلی میں ایک مدرسہ رحیمیہ قائم کیا جس میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے طلباء آ کر علم سنت و حدیث کی تعلیم پاتے۔

شیخ عبد الرحیم صاحب کی وفات کے بعد اس کا جوٗا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی گردن پر آن پڑا۔آپ نے اس سلسلہ میں نہایت جانفشانی سے کام کیا۔نتیجۃً آپ کی مقبولیت ہندوستان سے نکل کر عرب و عجم تک جا پہنچی۔آپ ایک عالم باعمل تھے۔اس خوبی کی وجہ سے لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے۔آپ نے علم سنت وحدیث کو ان لوگوں تک پہنچایا جس کی وجہ سے تمام بلاد اسلامیہ میں اس بارہ میں نمایاں ترقی ہوئی۔

شاہ صاحب موصوف نے بارہ سال مدرسہ رحیمیہ میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔آپ نے نہایت محنت او ر دیانتداری سے طلباء کی تعلیم و تربیت کی اور کسی سے کوئی امتیازی سلوک روا نہ رکھا۔قابل محنتی غریب طلباء کی مالی اعانت بھی فرمایا کرتے اور ان کی دلجوئی فرماتے۔(انفاس العارفین از شاہ ولی اللہؒ،اردو ترجمہ صفحہ 396)

زیارت حرمین شریفین

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے قلب میں تحصیل علم حدیث کا جوجذبہ موجزن تھا اس نے آپ کو ہندوستان میں مقید نہ رہنے دیا۔آپ عازم سفر عرب ہوئے تازیارت حرمین شریفین کے ساتھ وہاں کے مشائخ سے اخذ احادیث کرسکیں۔

بعض مورخین کے نزدیک آپ کے سفرعرب کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جب آپ نے فارسی میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا تو دہلی کے شدت پسند مولویوں نے اسے اپنی روزی روٹی کے لیے خطرہ سمجھا اور آپ کی جان کے درپے ہوگئے۔ چنانچہ ان نام نہاد مولویوں کے غیض وغضب کو فرو کرنے کی خاطر آپ نے یہ سفر اختیار کیا۔(حیات ولی صفحہ 232)

لیکن زیادہ راجح سبب اول ہی ہے یعنی زیارت حرمین شریفین کا شوق اور تحصیل علم حدیث از مشائخ عرب۔

چنانچہ حضرت شاہ صاحب موصوف نے 1143ھ کے آخر میں حج بیت اللہ اور زیارت خانہ کعبہ کی سعادت پائی اور قریباً ایک سال تک مکہ معظّمہ میں قیام پذیر رہے۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم، شیخ محمد وفد اللہ ابن شیخ محمد بن محمد بن سلیمان المغربی، شیخ تاج الدین قلعی، شیخ احمد شناوی، شیخ احمد قشاشی، سید عبد الرحمٰن ادریسی، شمس الدین محمد بن علاء بابلی، شیخ عیسیٰ جعفری، شیخ ابراہیم کردی، شیخ حسن عجمی، شیخ احمد علی، شیخ عبداللہ بن سالم بصری، اور دیگرمعروف مشائخ عرب سے روایت حدیث اور سند علم حدیث حاصل کی۔

اس سفر میں آپ کے مرید اور شاگرد محمد عاشق بھی ہمراہ تھے۔

(رسالہ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف از شاہ ولی اللہؒ، مترجم ڈاکٹر محمد ایوب قادری)

شرف ملاقات حسنینؓ

حضرت شاہ صاحب موصوفؒ نے اپنے سفرحرمین شریفین کا تذکرہ اپنی تصنیف ''فیوض الحرمین'' میں کیا ہے جس میں اپنے مشاہدات کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنا چھٹا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''1144ھ ماہ صفر کی دسویں تاریخ کو مکہ معظّمہ میں میں نے حسن اورحسین رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور حضرت حسنؓ کے ہاتھ میں ایک قلم ہے جس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تا کہ وہ مجھے یہ قلم عطا فرمائیں اور فرمایا کہ یہ میرے نانا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قلم ہے۔اس کے بعد آپ نے قدرے توقف کیا اور فرمانے لگے کہ ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ حسینؓ اس قلم کو ٹھیک کردیں کیونکہ اب یہ قلم ویسا نہیں ہے جیسا کہ پہلے تھا۔۔۔چنانچہ حضرت حسینؓ نے ان سے یہ قلم لیا اور اسے ٹھیک کر کے مجھے عطا فرمایا۔ مجھے اس سے بے حد خوشی ہوئی۔اس کے بعد ایک چادر لائی گئی جس میں سبز اور سفید رنگ کی دھاریاں تھیں یہ چادر حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے سامنے رکھی گئی۔حضرت حسینؓ نے یہ چادر اٹھائی اور فرمایا کہ یہ چادر میرے نانا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہے اس کے بعد آپؓ نے یہ چادر مجھے اوڑھائی اور میں نے تعظیم و احترام کے خیال سے اوڑھنے کے بجائے اسے اپنے سر پر رکھ لیا اور اس نعمت کے شکرانے میں خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے لگا۔اس کے بعد یک بارگی میری آنکھ کھل گئی۔''

(فیوض الحرمین از شاہ ولی اللہ صفحہ 99-100)

زیارت رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

مکہ مکرمہ کے بعد جب آپ مدینہ منورہ میں روضۂ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روح اقدس کو ظاہر اور عیاں دیکھا۔ چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں:

''عالم ارواح میں نہیں بلکہ عالم محسوسات سے قریب جو عالم مثال ہے، میں نے اس میں آپؐ کی روح کو دیکھا۔''

(فیوض الحرمین از شاہ ولی اللہ صفحہ 101)

حقیقت محمدیہ اور بروز

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے دسویں مشاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مدینہ منورہ میں پہنچنے کے تیسرے دن بعد پھر میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو سلام کیا اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو فیضان فرمایا تھا اس سے مجھے بھی مستفید فرمایئے۔۔۔میں نے اتنا عرض کیا تھا کہ آپؐ حالت انبساط میں میری طرف اس طرح ملتفت ہوئے کہ میں یوں سمجھا کہ گویا آپؐ نے اپنی چادر میں مجھے لے لیا ہے اس کے بعد آپؐ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر خوب بھینچا اور آپؐ میرے سامنے رونما ہوئے اور مجھے اسرار و رموز سے آگاہ فرمایا اور نیز خود اپنی ذات اقدس کی حقیقت مجھے بتائی۔۔۔

اس سلسلہ میں میں نے نبی علیہ الصلوۃ والتسلیمات کو دیکھا کہ آپؐ اپنے جوہرروح، اپنی طبیعت، اپنی فطرت اور جبلت میں سرتاسر مظہر بن گئے ہیں اس عظیم الشان تدلّی کا، جو کہ تمام بنی نوع بشر پر حاوی ہے اور میں نے دیکھا کہ اس حالت میں یہ پہچاننا مشکل ہوگیا ہے کہ ظاہر اور مظہر یعنی ظاہر ہونے والی چیز اور جس چیز میں کہ اس کا اظہار ہورہا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ چنانچہ یہی وہ تدلّی ہے جسے صوفیاء نے ''حقیقت محمدیہ'' کا نام دیا ہے اور اس کو وہ ''قطب الاقطاب'' اور ''نبی الانبیاء'' کا بھی نام دیتے ہیں۔۔۔حقیقت محمدیہ کے اس بروز کو قطب یا نبی کا نام دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ہوتا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی شخص لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتا ہے تو حقیقت محمدیہ کا اس شخص کی ذات کے ساتھ اتصال ہوجاتا ہے۔''

(فیوض الحرمین از شاہ ولی اللہ،اردو ترجمہ صفحہ 119-120)

مقام مجددیت پر سرفراز ہونا

مدینہ منورہ میں روضۂ رسولؐ کی زیارت کے دوران ہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپؒ کو مقام مجددیت پر فائز فرمایا۔ چنانچہ آپؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اس مجلس میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے اپنی اجمالی مدد سے سرفراز فرمایا اور یہ اجمالی مدد عبارت تھی، مقام مجددیت، وصایت اور قطبیت ارشادیہ سے، یعنی آپؐ نے مجھے ان مناصب سے نوازا اور نیز مجھے شرف قبولیت عطا فرمایا اور امامت بخشی اور تصوف میں میرا جو مسلک ہے اور فقہ میں میرا جو مذہب ہے، ہردو کو اصل اور فرع دونوں اعتبار سے راہ راست پر بتایا۔''

(فیوض الحرمین از شاہ ولی اللہ،اردو ترجمہ صفحہ 129)

وطن واپسی

حصول اسناد حدیث اور استفاض صوفیاء کے بعد 1145ھ کے آغاز میں آپ وطن واپس آگئے اور مدرسہ رحیمیہ میں دوبارہ درس کا آغاز فرمایا۔اور سینکڑوں طلباء کو مستفیض کیا۔

شاگرد، مرید اور جانشین

یوں تو آپ کے شاگردوں کی تعداد کافی زیادہ ہے لیکن یہاں چند معروف شاگردوں، مریدوں اور جانشینوں کا ذکر درج کیا جاتا ہے: شیخ آفندی ابراہیم، امین اللہ نگرنہوی، شیخ اہل اللہ شاہ، شیخ بدرالحق پھلتی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، جاراللہ بن عبد الرحیم لاہوری، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، چراغ محمد، سید جمال الدین رامپوری، حسنی شاہ، خیرالدین سورتی، داؤد میاں، حافظ عبد النبی، نواب رفیع الدین خاں مرادآبادی، محمد امین، محمد بن ابی الفتح بلگرامی، فضل اللہ کشمیری، محمد سعید دہلوی، محمد عاشق شاہ پھلتی، محمد معین ٹھٹھوی، قمرالدین سونی پتی منت، مرتضیٰ زبیدی بلگرامی صاحب تاج العروس وغیرہ

تجدیدی کارنامے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے زوال پذیر مغلیہ حکومت کے دس بادشاہوں کا دورحکومت اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سیاسی انتشار، مذہبی بیزاری، منافقانہ روش، خام خیالی، ذہنی و فکری پسماندگی وغیرہ جیسی خامیاں اس زمانہ میں مسلمانوں میں سرایت کرچکی تھیں۔طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔علمائے سوء نے دین پر اجارہ داری قائم کی ہوئی تھی۔ پیر پرستی اور نام نہاد صوفیاء کے غلط متصوفانہ طریقوں نے مسلمانوں کو اپنے جال میں جکڑا ہوا تھا۔غرضیکہ اس دور کے مسلمان دینی وعلمی و سیاسی پراگندگی کا شکار تھے۔

ان حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے عوام الناس کے اصلاح احوال کی کوشش کی۔ دینی و مذہبی لحاظ سے آپ نے علماء کو فروعات میں الجھنے کی بجائے قرآن و سنت اور حدیث پر عمل کی دعوت دی اور لوگوں کو بھی اسی کی ترغیب دلائی۔صوفیاء کو اسلامی تصوف کے مطابق راہ اعتدال اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔عوام میں مقلد اور غیر مقلد

کی وضاحت کر کے یہ بحث ختم کرنے کی کوشش کی۔ نسخ قرآن کا مسئلہ حل کرنے کی سعی فرمائی۔ فرقہ بندی جو کہ اس دور میں بھی امت مسلمہ کے لیے ایک نہایت خطرناک بات تھی اس کو رفع کرنے کی مختلف تدابیر کیں اور اس کی درمیانی راہ بتلائی۔ اسی ضمن میں آپ نے ایک کتاب ”ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء“ بھی تحریر کی۔ بدعات و رسومات کا قلع قمع کی طرف توجہ دلائی اور عقائد کی اصلاح کی۔ بیوہ سے شادی نہ کرنے کی رسم، سوگ، قل خوانی، ختم، چہلم وغیرہ جیسی رسومات کو ختم کر کے قرآن و سنت پر عمل کرنے کی طرف لوگوں کو بلایا۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

”ہندوستان کی یہ کیفیت تھی، جب اسلام کا وہ اختر تاباں نمودار ہوا جس کو دنیا شاہ ولی اللہ دہلوی کے نام سے جانتی ہے۔ مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام تھا۔ مسلمانوں میں رسوم و بدعات کا زور تھا۔ جھوٹے فقراء اور مشائخ جابجا اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے۔ مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق و حکمت کے ہنگاموں سے پُرشور تھا۔ فقہ و فتاویٰ کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظر تھی۔ مسائل فقہ میں تحقیق و تدقیق سب سے بڑا جرم تھا۔ عوام تو عوام، خواص تک قرآن پاک کے معانی و مطالب اور احادیث کے احکام و ارشادات اور فقہ کے اسرار و مصالح سے بے خبر تھے۔ شاہ صاحب کا وجود اس عہد میں اہل ہند کے لئے موہبت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ تھا۔“

(مقالات سلیمان جلد 2 صفحہ 42)

جہاں تک علمی خدمات کا تعلق ہے تو حضرت شاہ صاحب موصوف نے درس و تدریس، وعظ و ارشاد اور تصنیف و تالیف کے ذریعے دعوت و تبلیغ و اشاعتِ دین کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنی تصانیف سے امت مسلمہ کو سوچ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ انہیں دینی و علمی و سیاسی مسائل سے آگاہ کیا۔ اسی سلسلہ میں آپ نے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا تا کہ مسلمان اسے پڑھ کر اسے سمجھیں اور اس پر عمل کریں تا کہ ان کی ایمانی و روحانی اور دینی و مذہبی حالت میں بہتری ہو۔ آپ نے اپنی تصانیف کے ذریعہ مسلمانوں میں شعور پیدا کیا اور مرہٹوں کی حکومت کو مسلمانوں پر مسلط ہونے سے بچایا۔

برصغیر کے نامور علامہ فضل حق خیر آبادی کہتے ہیں:

”اس کتاب (ازالۃ الخفاء) کا مصنف ایسا بحر ذخار ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔“

(شاہ ولی اللہؒ از محمد اکرام چغتائی صفحہ 619)

مفتی عنایئت کاکوروی آپ کے متعلق یہ تحریر کرتے ہیں کہ

”شاہ ولی اللہ ایک ایسا شجر طوبیٰ ہیں جس کی جڑیں تو اپنی جگہ قائم ہیں اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پھیلی ہوئی ہیں۔“ (نزہۃ الخواطر از حکیم محمد عبد الحئی جلد 2 صفحہ 406)

حضرت شاہ صاحب کی سیاسی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔ آپ نے مسلمان حکمرانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور دشمنوں کے غلبہ سے بچنے کے لیے مشوروں پر مشتمل خطوط لکھے۔ آپ نے عہدیداروں کے تقرر کے لیے متقی اور نیک مسلمانوں کے نام بھی تجویز کیے۔ اور مرہٹوں کے خلاف احمد شاہ ابدالی اور نجیب الدولہ کو متحد کیا جس کی وجہ سے پانی پت کی تیسری جنگ میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

”ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا۔ اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھلانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جبکہ اسلام کا نفس بازپسیں تھا۔ شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔“

(علم الکلام از شبلی نعمانی جلد 1 صفحہ 87 مطبوعہ مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی)

وفات

حضرت شاہ صاحبؒ 29 محرم 1176ھ مطابق 20 اگست 1762ء بروز جمعۃ المبارک کو اکسٹھ سال چار ماہ کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور شاہ جہان آباد کی جنوبی جانب پرانی دلی میں واقع مہندیان قبرستان میں دفن کیے گئے۔

ازواج واولاد

حضرت شاہ صاحب نے دو شادیاں کیں۔ آپؒ کی پہلی شادی چودہ سال کی عمر میں آپ کے ماموں شیخ عبد اللہ پھلتی کی صاحبزادی سے ہوئی جو شاہ محمد عاشق کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادہ شیخ محمد اور ایک صاحبزادی امۃ العزیز پیدا ہوئیں۔

دوسری شادی 1157ھ میں مولوی سید حامد سونی پتی کی صاحبزادی سے ہوئی جن کے بطن سے شاہ عبد العزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی پیدا ہوئے۔

اخلاق فاضلہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بچپن سے ہی اخلاق کریمانہ کے مالک تھے۔ عام بچوں کی طرح ضد نہ کرتے اور نہ گھر سے باہر جا کر وقت کا ضیاع کرتے۔ بڑی عمر والوں سے نظریں جھکا کر بات کرتے۔ انتہائی سادہ مزاج تھے کبھی کوئی خواہش زبان پر نہ لاتے۔ جو مل گیا اسی پر اکتفا کرتے۔ یہی حال زمانہ شباب کا تھا۔ شریفانہ اطوار کے مالک تھے اور مہذبانہ روش کے حامل۔ بناوٹ و چاپلوسی سے احتراز برتتے۔ ایام کہولت میں بھی عجز و انکسار کا پیکر رہے۔ رعونت و تکبر سے اجتناب فرماتے۔ کبھی اپنی علمیت پر نہ اترائے۔ متقیانہ، اطاعت الٰہی و اطاعت رسولؐ میں زندگی بسر کی۔

علمی مقام و مرتبہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایک تبحر عالم باعمل انسان تھے۔ آپ مفسر قرآن بھی تھے اور شارح حدیث بھی۔ فقیہ امت بھی تھے اور متکلم اسلام بھی۔ امام تصوف بھی تھے اور معلم اخلاق بھی۔ فلسفہ شریعت کو جاننے والے اور منطق کے رموز سے آگاہ تھے۔ ماہر اقتصادیات بھی تھے اور واقف معاشیات بھی۔ اس کے ساتھ آپ امور سلطنت اور طریق سیاست میں بھی طاق تھے۔ غرضیکہ آپ ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے اور ان تمام شعبوں میں آپ نے تصانیف بھی تحریر فرمائی تھیں۔

تصانیف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے جہاں درس و تدریس سے احیائے بدعات کی سعی کی وہاں بدرسومات اور شرک و پیر پرستی کے خلاف قلمی جہاد کیا اور مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم کی طرف توجہ دلا کر اصلاح نفس کی ترغیب دلائی۔ آپ نے مختلف علوم کے متعلق عربی، فارسی زبان میں متعدد تصانیف تحریر کیں جو ضرورت زمانہ کے لحاظ سے مفید عام ہیں۔ حافظ ابراہیم سیالکوٹی کے نزدیک ان تصانیف کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ آپ کی معروف تصنیفات کے نام یہ ہیں:

فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن، فوز الکبیر شرح فتح الکبیر، فتح الخبیر، مصفی شرح موطا، مسوی شرح موطا، حجۃ اللہ البالغہ، انصاف فی بیان سبب الاختلاف، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، فیوض الحرمین، الدر الثمین فی المبشرات نبی الکریم، تاویل الاحادیث، انفاس العارفین، چہل احادیث، ہمعات، لمعات، خیر کثیر، تفہیمات الٰہیہ وغیرہ

اہل قلم حضرات و خواتین مضامین لکھیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا ہے۔ اس میں یہی سِرّ ہے کہ زمانہ جنگ و جدل کا نہیں ہے بلکہ قلم کا زمانہ ہے“۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 151 زیر عنوان اس زمانہ کا ہتھیار قلم ہے)

اس ارشاد کی تعمیل میں قارئین الفضل سے مضامین، آرٹیکلز لکھنے نیز شعراء سے منظوم کلام بھیجنے کی درخواست ہے۔ یہ موقر اخبار آپ کا اپنا اخبار ہے۔ اس میں تربیتی، تعلیمی، اخلاقی، سائنسی، تاریخی، ادبی اور مختلف علوم و فنون پر مضامین لکھ کر درج ذیل ایڈریس پر بھجوائیں۔ خواتین کھانا پکانے کی تراکیب اور آرٹ پر مضامین بھجوا سکتی ہیں۔ ہومیو پیتھی، یونانی طب کے حوالہ سے بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ دنیا بھر کے خوبصورت مقامات کی سیر بھی کروائی جاسکتی ہے۔ ادارہ آپ کا بے حد ممنون ہوگا۔ (تمام مضامین ٹائپ شدہ اور ورڈ فارمیٹ میں ہوں)۔

info@alfazlonline.org

(ادارہ)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مرسلہ: غلام مصباح بلوچ

سری لنکا میں احمدیت کی ابتداء

سری لنکا میں احمدیت کا آغاز حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا، یہاں احمدیت کی تبلیغ کے حوالے سے حضرت منشی محمد حیدر خان صاحب آف بنگلور (کرناٹکا۔ انڈیا) کا نام خاص طور پر جماعتی لٹریچر میں ملتا ہے، آپ نے ذوالحجہ 1314ھ بمطابق مئی 1897ء میں بیعت کی توفیق پائی چنانچہ آپ کی بیعت کا اندراج اس دور کی ایک نایاب فہرست میں یوں موجود ہے:

۲۷۔منشی محمد حیدر خان صاحب چھاؤنی بنگلور دفتر اخبار بادصبا پریس (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 647)

آپ ایک اچھی علمی شخصیت کے مالک تھے، اردو، انگریزی کے علاوہ تامل زبان سے بھی اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ 1907ء میں آپ نے سری لنکا کا سفر اختیار کیا جہاں اپنے ذاتی کاموں کے علاوہ احمدیت کی تبلیغ میں بھی بھرپور حصہ لیا، اس حوالے سے سری لنکا کے مشہور شہر Colombo اور Kandy کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے، 1908ء کے آغاز میں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں سری لنکا میں تبلیغ احمدیت کا یوں ذکر کیا ہے:

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب اقدس!

پس از تقدیم مراتب تسلیم عرض خدمت اینکہ فدوی اس ملک سیلون یعنی لنکا میں قریب عرصہ ایک سال سے وارد ہے چنانچہ حال میں یہاں کے ایک مقام کندی شہر جانے کا اتفاق ہوا تھا، اثنائے گفتگو میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالات سے وہاں چند مسلمان کچھ کچھ دریافت کرتے رہے حتیٰ کہ وہاں کے ایک مشہور خیاط محمد اکبر نامی کو جو اس شہر میں اے ایس ایم غوث کہلاتے ہیں، ان کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بذریعہ بیعت تحریری آں جناب داخل کرادیا ہے۔ اب وہ صاحب بفضلہ تعالیٰ وہاں معزز مسلمانوں میں ہمیشہ حضور کے متعلق ذکر خیر کیا کرتے ہیں مگر عرض خدمت یہ ہے کہ اس مشہور کلمبو میں ایک مسلمانوں کا انجمن مندرجہ بالا نام سے مشہور ہے جس کے جملہ افراد منتخب معزز تجارت پیشہ مسلمان ہیں جن میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ہمیشہ ذکر خیر ہوا کرتا ہے، اس انجمن کے جملہ افراد قریب 200 آدمیوں کے ہیں بلکہ زیادہ ہوں گے۔ یہ اس ملک کے اعلیٰ درجہ کے اقبال مند لوگ ہیں جن میں تعلیم و تادیب کا چرچا بہت ہے، مذہبی مقدمات میں تحقیق حق کا جوش ہے، اس زمرہ کے سربرآوردہ اصحاب جو کہ فدوی سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے حالات تحقیق کرتے ہیں آج بصدصدق دلی ملتجی ہیں کہ ان کے نام سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل فرمایئے اور ان کی بیعت بالفعل تحریری ہی قبول فرمائی جاوے اور اس شرف اور امتیاز کی سرسری طور پر ان کو اطلاع دی جائے حتیٰ کہ ان کی مشورت اور کوشش ہے کہ بہت جلد یہ لوگ بذاتِ خود حضور کی خدمت فیض درجات میں حاضر ہوکر شرف ملازمت باریابی سے مشرف ہوں کیونکہ گو اس ملک میں مسلمان اردو تحریر اور تقریر سے بالکل نابلد ہیں، زبان تامل بولی جاتی ہے، فدوی ان کو بذریعہ انگریزی زبان کے سلسلہ عالیہ کے حالات سے کچھ تفہیم کراتا ہے اور پرچہ ریویو آف ریلیجنز سے کچھ مطالب نکالتے ہیں۔ طرفہ یہ ہے کہ اس انجمن کے اکثر افراد انگریزی جانتے ہیں، ان کی معلومات انگریزی یا عربی جو پرچہ جات مطبوعہ عالیہ یہاں کہیں کہیں کبھی کبھی ان کو دستیاب ہوتے ہیں ان کے ذریعہ حضور انور کے سلسلہ عالیہ کے حالات معلوم کر لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمیشہ اس انجمن کو انگریزی پرچہ جات جو کچھ حضور کے مشن میں شائع ہوا کرتے ہیں، بھیجے جائیں۔ اس انجمن کے پریزیڈنٹ عبدالعزیز اور مولوی یوسف بن اسماعیل سیکرٹری ہیں جن کے ذریعہ ایک پرچہ اخبار انگریزی شائع ہوتا ہے جس میں سلسلہ عالیہ کا ذکر ہوا کرتا ہے چنانچہ وہ بھی ہمیشہ حضور کی خدمت میں پہنچے گا......

فدوی خادم قدیم سلسلہ عالیہ احمدیہ

منشی محمد حیدر خان۔ کلمبو، سیلون“

(بدر 9؍اپریل 1908ء صفحہ 4)

حضرت منشی محمد حیدر خان صاحب پانچ سال تک سری لنکا میں مقیم رہے اور پانچ سال قیام کے بعد 1912ء میں واپس بنگلور پہنچے۔ آپ کی واپسی پر بنگلور جماعت کے سیکرٹری خلیفہ محمد عبداللہ صاحب نے ایڈیٹر اخبار بدر کے نام ایک خط میں لکھا:

”السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خیریت ہے۔ ان دنوں مخدومی جناب منشی محمد حیدر خان صاحب مع الخیر و العافیۃ ملک سیلون جزیرہ لنکا سے بنگلور واپس ہوئے ہیں۔ مسموع ہوا کہ مخدومی منشی صاحب نے دوران قیام شہر کلمبو اور کنڈے وغیرہ میں سلسلہ حقہ احمدیہ کی تبلیغ میں نہایت درجہ کوشش فرمائی، اکثر معزز انگریزی اعلیٰ تعلیم یافتہ اہل اسلام کو تشویق دلا کر مبائعین میں داخل فرمادیا ہے حتیٰ کہ شہر کلمبو کے Moors Union نامی انجمن کے جملہ سرپرستوں اور سپرنٹنڈنٹ جناب ایم اے عزیز اور سکرٹری عبدالجبار و عبدالمجید وغیرہ صاحبوں کو سلسلہ احمدیہ میں حضرت اقدس مرحوم و مغفور سے تحریری بیعت دلواکر توسیع سلسلہ حقہ کی اشاعت بذریعہ رسالجات تامل مقامی زبان میں جاری کرادیے ہیں۔ مبائعین کی تعداد قریب 30 نفوس کے پہنچ گئی ہے۔ سلسلہ احمدیہ اور جماعت کا چرچا یہاں اکثر کافہ اہل اسلام میں حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے جیسا کہ پہلے پہل یہ حقانی سلسلہ احمدی کی تحریک اور ترغیب ہمارے معسکر بنگلور میں مخدومی جناب منشی صاحب کی تحریر پر یہ حقیر وغیرہ حضرت اقدس جناب مسیح موعود، مہدی مسعود امام زمان میرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور سے تحریری بیعت کا اعزاز و شرف حاصل کرلیا ہے ویساہی ملک سیلون کو مخدومی جناب منشی صاحب کے قدم رنجہ فرمانے سے شرف حاصل ہوگیا ہے۔ چونکہ مخدومی منشی صاحب انگریزی و علوم سائنس وغیرہ کے لائق و فائق مشہور ہیں، علاوہ اردو و انگریزی کے تامل کی زبان وغیرہ میں بخوبی مہارت رکھتے ہیں اور ان کی گفتگو میں ایک انوکھی کیمیائے کشش ہونے سے ان کو احباب و اغیار خواہ ہندو مسلمان عیسائی بلکہ انگریز بھی نہایت درجہ کا اعزازی تمغہ دیے بغیر نہیں رہ سکتے اگرچہ کہ ان کی طرز معاشرت بہت سادہ اور بے لوث ہے، خدا ان کی مساعی جمیلہ میں برکت دے۔“

(اخبار بدر 16؍مئی 1912ء صفحہ 6 کالم 3)

ان دونوں خطوں میں سری لنکا جماعت کے پہلے صدر حضرت عبدالعزیز صاحب کا ذکر ہے جنھوں نے 1915ء میں وفات پائی، حضرت عبدالعزیز صاحب کا ایک خط بنام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں یوں محفوظ ہے:

49 A, MESSENGER STREET,

بقیہ صفحہ 4 پر

17اکتوبر2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:01	17:54
مدینہ منورہ	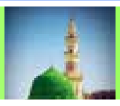	05:02	17:53
قادیان	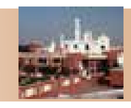	05:12	17:54
ربوہ		04:52	17:34
اسلام آباد ٹلفورڈ	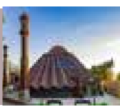	06:01	18:05